پیام اقبال Bahria Research Journal on Iqbal Studies (BRJIS)
2(1), 1-7, 2023

قومی سائنسی و تحقیقی جمود اور اقبالؒ کی مدبّرانہ رہنمائی

Unveiling National Scientific and Research Stagnation: Insights and Iqbal's Directional Leadership

Muhammad Abdul Basit Saim
ab_saim@hotmail.com

Muhammad Aanish Ali
muhammad.aanish.ali@gmail.com

Rehan Abdul Baqi
vc@ist.edu.pk

Institute of Space Technology, Islamabad

Abstract

Allama Muhammad Iqbal's poetry exudes a profound sense of universality, which becomes even more apparent when viewed through the lens of engineers. The inherent harmony and spirituality present in his verses not only address the educational and research challenges of our modern era but also offer deep insights that can contribute to practical solutions for various industrial and national issues. In this context, Iqbal's poem "*Javed Kay Naam*" holds significant importance as it allows for a reinterpretation that resonates strongly within the engineering world. To explore Iqbal's poetry from an engineering perspective, we have established a conceptual framework rooted in scientific references and temporal facts. This framework provides engineers with a fresh angle to perceive their domains, offering valuable support and guidance. We propose that the metaphors used in Iqbal's poetry, such as "*Diyaar-e-Ishq*" (Abode of Love), "*Naya Zamaana*" (New Era), and "*Sheeshe-garan-e-Farang*" (Glassblowers of the West), can be reinterpreted in terms of research domains, technological advancements, international research standards, and more. This alternative perspective transforms the entire composition into a unique synergy, inspiring engineers to harness their potential for enhancing the quality of scientific research conducted within our universities. This, in turn, paves the way for advancements in the industrial, economic, and societal realms. Ultimately, this approach fosters the realization of a prosperous and enlightened nation through the integration of engineering principles with Iqbal's timeless poetry.

Keywords: Abode of Love, New Era, Selfhood, Enlightened Mindset, Glassblowers of the West, Iqbal

کلیدی الفاظ: دیارِ عشق، نیازمانہ، خودی، مئے لالہ فام اور شیشہ گرانِ فرنگ، سائنس و تحقیق

علامہ محمدؐ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی شاعری کا سب سے اہم جزو آفاقیت ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ اُن کے کلام کا اطلاق اُسی شان سے آج کے علمی و عملی ماحول پر کیا جاسکتا ہے جس دھج سے اُن کے دورِ حیات میں کِیا گیا۔ آپ کی شاعری کی ہم آہنگی اور معنویت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ دورِ جدید کے تعلیمی و تحقیقی مسائل کی نہ صرف نشاندہی کرتی ہے، بلکہ عمیق مطالعے سے ایسی موثّر حکمتِ عملی وضع کرتی نظر آتی ہے جس کی وساطت سے ہمارے بہت سے صنعتی و قومی مسائل کا عملی حل ممکن ہے۔ اسی پس منظر میں اقبالؒ کی نظم ”جاوید کے نام-“ کو مرکزِ بحث بنایا گیا ہے اور شعر در شعر اقبالؒ کے بیٹے سے خطاب کو قوم کے محققین سے کلام میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں سائنسی حوالہ جات اور زمانی حقائق کی بنیاد پر ایسی تشریحاتی فضاء قائم کی گئی ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں کام کرنے والوں کو ایک نئے زاوِیہ نگاہ سے روشناس کرنے میں مدد و معاون ہو سکتی ہے۔ اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ

اقبالؒ کی شاعری میں برتے جانے والے استعاروں، مثلاً دیارِ عشق، نیازمانہ، شیشہ گرانِ فرنگ وغیرہ کو بالترتیب میدانِ تحقیق، تکنیکی ترقی، بین الاقوامی تحقیقی معیارات وغیرہ سے تعبیر کیا جائے تو یہ پوری نظم ایک ایسے کینوس میں تبدیل ہو جاتی ہے جس سے استفادہ کر کے ہماری جامعات میں کی جانے والی سائنسی تحقیق کا معیار بھی بلند کیا جاسکتا ہے اور صنعتی، معاشی اور معاشرتی ترقی کا وہ راستہ ہموار کیا جاسکتا ہے، جس سے گزر کر ہی فلاحی ریاست کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو گا۔

مملکتِ خداداد پاکستان کا وجود ایک حقیقت ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کرّہ ارضی پر نظریہ اسلام پر وجود پانے والی اس ریاست کی کڑیاں ریاستِ مدینہ سے جا کر ملتی ہیں۔ جس کی آبیاری توحید و رسالت سے کی گئی ا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح کا اصولی موقف اور عملی حکمتِ عملی علامہ اقبال (رح) کے نظریاتی خواب سے منسلک ہو کر ہی مکمل ہے۔ اور ہماری ریاست کے بنیادی ڈھانچے میں ان دو شخصیات کے اقوال و افعال ان رگوں کی مانند ہیں جن میں اصولوں کا خون دوڑتا ہے ۲۔ علامہ محمد اقبال (رح) کا سیاسی کردار ان کی شعری سفر سے اور ان کا شعری سفر ان کے عملی کارہائے نمایاں سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ دونوں باہم جڑ کر ہی ان کی عظمت کا نشان بنتے ہیں۔ اقبال (رح) کی شاعری سے شاعروں نے شعری اختلافات کئے، معاصرین نے سیاسی محاذ آرائیاں کیں، نثر نگاروں نے تنقید کے نشتر برسائے، لیکن یہ ایک مسّلمہ حقیقت ہے کہ جتنی علمی و ادبی و سیاسی پذیرائی اقبال (رح) کے حصّے میں آئی شاید ہی برصغیر کی تاریخ میں کسی اور کی نصیب ہوئی ہو۔ اس کی سب سے بڑی وجہ اقبال (رح) کے کلام کی آفاقیت و عالمگیریت ہے۔ خود اقبال (رح) اپنے کلام میں اس بات کا اظہار کر چکے ہیں کہ وہ اپنے جذبات و خیالات کو کلام اللہ سے اخذ کرنے کی کوشش کیا کرتے اور ان دائروں سے باہر نکلنے سے گریز کرتے جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے حدود کے طور پر کھینچ دیئے۔ آپ کی شاعری کا یہ اصول، یا حکمتِ عملی جہاں نام نہاد لبرل طبقوں (جن کے نزدیک ادب یا شاعری اصولِ زبان سے سواء تمام قید و بند سے آزاد ہے) کے سینوں پر کھولتے پانیوں کی طرح اثر کرتی چلی آئی ہے، وہیں قرآن و سنت سے روشنی پانے والے دِلوں کو رہنمائی اور توانائی بھی فراہم کرتی ہے۔ اس ضمن میں محققین نے کثیر تحقیقی مقالہ جات ترتیب دے رکھے ہیں جن میں مدلل گفتگو سمیٹ دے گئی ہے ۳۔

راقم الحروف بھی اس رائے کا حامل ہے کہ اقبال (رح) اپنے شعری مضامین کی بنیاد پر ایک آفاقی اور دُور اندیش شخصیت کے حامل تھے، جن کے نثر ناموں، فارسی تحریروں، اردو نظموں اور غزلوں کو ہر دور میں الگ زاویئے سے دیکھنے کی گنجائش موجود رہتی ہے اور اس کے نتیجے میں فہم و فراست کے نئے منظر کُھلنے لگتے ہیں ۴۔ لب و رخسار، عشق و محبت، زلفِ گرہ گیر، چشمِ نمناک، ابروئے قاتل و دیگر اصلاحات و شعری تلمیحات کے دور میں فلسفۂ خودی کے ساتھ زندہ رہنا کوئی کم معجزہ نہیں۔ ورنہ کمرشل ازم کا یہ دور قحط الرجال کا دور ہے اور ہم بحیثیتِ قوم ایسی جگہ آن کھڑے ہیں جہاں شاعری واہ واہ کا ایک سستا آلہ بن کر رہ گئی ہے جس میں شہرت سے آگے زندہ رہنے یا معاشرتی رویوں کی اصلاح کرنے کی تمنا دِلوں سے اٹھ گئی دکھائی دیتی ہے۔ اقبال (رح) کے کلام سے زندگی کی رمق پیدا کرنے والے نظر آتے ہیں نہ صوفی شعراء سے مستفید ہو کر درباروں کے چراغوں کو نیکی اور محبت کے ستاروں میں ڈھالنے والوں کی آواز گونجتی سنائی دیتی ہے۔ اگر کوئی معتبر کام اس سلسلے میں ہوا بھی ہے تو وہ جامعات کی لائبریریوں تک محدود نظر آتا ہے۔ موجود الیکٹرانی دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کو ہی دیکھ لیجئے، تحقیق و تعلیم سے وابستہ ہونے والے دو ایک بھی افراد ایسے نہیں جو ادبی مضامین کی مد میں رہنمائی فراہم کر پائے ہوں۔

المختصر، شرمساری کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ تعلیم و تحقیق کے حوالے سے ہم سائنسی اور فلسفیانہ تعلیم و تربیت کو ایک کینوس پر نہیں سجا سکے، جس کے نتیجے میں نہ صرف ہم ملکی سطح پر سائنسی تحقیق کی گہری اساس رکھ پائے اور نہ ہی بین الاقوامی تحقیقی معیارات کا بھرم رکھنے میں کامیاب ہوئے، اس ضمن میں بارہا ایک سے زیادہ چیئرمین ہائیر ایجوکیشن کمیشن پاکستان نے اخبارات میں مسائل اور ان کے اسباب کی نشاندہی کی ہے ۵، لیکن ادبی و فلسفیانہ بحث کی کمی ہمیشہ سے محسوس کی جاتی رہی ہے

زیرِ نظر تحریر اسی حوالے سے ایک کوشش ہے جس میں اقبال (رح) کی شاعری کی اساس پر اس خلاء کو پُر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس بات کا تعین کیا گیا ہے کہ اقبال (رح) کی نظم 'جاوید نامہ' کا عمیق تشریحاتی مطالعہ نہ صرف پاکستان کے قومی و سائنسی تحقیقاتی جمود کی اساسی تشخیص کرتا ہے بلکہ ان

رہنما اصولوں کا تعین بھی کرتا ہے جس سے ہمارے سائنسی طلباء اور محققین کو مستفید ہو کر ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑا ہونے کی راہ میسّر آ سکتی ہے۔ ظاہراً یہ مقالہ اقبال (رح) کی نظم 'جاوید نامہ' کی ایک تشریحاتی شکل ہے، جبکہ اصلاً ملک کے جامعاتی و تحقیقاتی نظام پر ایک ادبی و فلسفیانہ تنقیدی جائزہ ہے، جس سے یہ استدلال قائم کیا گیا ہے کہ اقبال (رح) کی شاعری کی روح سے آشنا ہو کر یہ قوم ایک نہ ایک دن فلاحی ریاست کا خواب بھی مکمل کرلے گی، اور سائنسی ترقی کے میدان میں بھی وہ مقام حاصل کر سکتی ہے، جس کے خواب پر اس دھرتی کی محبت زندہ ہے۔

بحث و دلائل

علامہ محمد اقبال (رح) کی خاندانی روایات کے امین، ان کی نسل کے باقی رہ جانے والے افراد میں سے ایک محترم منیب اقبال صاحب نے چند سال قبل یومِ اقبال کے موقع پر انسٹیٹیوٹ آف اسپیس ٹیکنالوجی اسلام آباد سے مخاطب ہوتے ہوئے بتلایا تھا کہ 'جاوید نامہ' علامہ محمد اقبال (رح) نے اپنے بیٹے جاوید کے نام لکھی اور اس کا سیاق و سباق یہ تھا کہ محترم جاوید صاحب نے اپنے والد سے کسی موسیقی کے آلے کی فرمائش کی تھی جو یورپ سے میسر آنا تھا۔ اس بات کا حوالہ دیگر جگہوں پر بھی ملتا ہے۔ اقبال جب دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لندن گیے تو جاوید اقبال نے لاہور سے ایک خط لکھا اور گراموفون لانے کی فرمائش کی جاوید اقبال ابھی بچے تھے، اقبال گراموفون تو نہ لا سکے مگر نوجوانوں کے لئے یہ نظم "جاوید کے نام" (بالِ جبریل) لکھ کر ضرور لائے جس میں خودی کا پیغام ہے۔ علامہ محمد اقبال (رح) نے جواباً جو نظم لکھی اس کے مطلع سے ہم سب واقف ہیں۔

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر۶

اس شعر کی بنیادی پس منظر سے تو ہم سب واقف ہیں۔ لیکن ذرا اسے قومی سائنسی و ٹیکنالوجیکل زاویئے سے بھی دیکھئے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس ملک میں جدید سائنسی و تحقیقی آلات، مشینری، حتیٰ کہ انتہائی بنیادی حیثیت کے صنعتی پرزہ جات بھی مقامی سطح پر بنائے نہیں جاتے۔ اگر بطور مثال میں اپنے ہی تحقیقاتی میدان Materials Science and Engineering کا ذکر کروں تو electron microscope سے لے کر hardness tester تک تمام تر آلات کے لئے ہم نے جھولی پھیلا رکھی ہے۷۔ جبکہ اقبال (رح) کی بات کو سمجھا ہوتا تو دیارِ عشق کو سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے استعارے کے طور پر لیا جا سکتا تھا۔ اور جاوید صاحب کے نام لکھی جانے والی اس نظم سے اپنے لئے سائنسی رہنما اصول وضع کئے جا سکتے تھے۔

اپنی دُنیا آپ پیدا کر اگر زِندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے، ضمیر کُن فکاں ہے زندگی۸

یہاں پر علامہ اقبال کا مطلب ہے کہ اگر کوئی اپنی دنیا کو خود بناتا ہے تو وہ اپنی زندگی کو خود ہی تشکیل دیتا ہے۔ یعنی ہر شخص کی زندگی اُسی کے اعمال، تجربات اور موقفات پر مبنی ہوتی ہے۔ یہاں "سرِ آدم" کا مطلب ہے انسان کی عزت و احترام کا مرکزی عنصر ہوتا ہے۔ آدم کی تشریفات یا سربراہی اس کی ذات اور شخصیت پر مبنی ہوتی ہیں۔ اقبال کا کہنا ہے کہ زندگی کا اہم ترین جانب ضمیر ہے۔ ضمیر سے مراد ہماری اخلاقی اور اخلاقی قدرتیں ہیں جو ہمیں مختلف فکاں مشکلات کا سامنا کرنے کی صلاحیت دیتی ہیں۔ زندگی اس لئے فائدہ مند اور معنوی ہوتی ہے کہ ہم اپنے ضمیر کو درست روشنی میں رکھ کر صحیح راہ پر چل سکتے ہیں۔

اقبال کی، شاعری چونکہ ہر زمانے میں نئی شکل اختیار کرنے کا وصف رکھتی ہے، تو اس شعر میں دورِ حاضر کے سائنسدانوں کو مخاطب سمجھا جا سکتا ہے، اور باآسانی یہ معنی اخذ کیا جا سکتا ہے کے اقبال (رح) اس ملک کی انجینئرنگ یونیورسٹیوں، صنعتی و تحقیقی اداروں سے مخاطب ہیں کہ وہ

assembling technology، اور reverse engineering یا experimental research work کے دامِ فریب سے نکلیں، اور جدید و اعلیٰ ایجاد و دریافت کی منازل پر توجہ دیں۔ نیا زمانہ (جدید تحقیقی منازل) نئے صبح و شام (جدید صنعتی پیداوار) پیدا کریں۔ فوکس اکنامکس اور اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ذرائع کی رُو سے ۹، ہم صنعتی میدان میں اب بھی کم و بیش وہیں کھڑے ہیں جہاں آج سے قریب پندرہ سال پہلے کھڑے تھے۔ اگر ہم اس مسئلے کا ادراک حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھیں تو اسی نظم کے ایک دوسرے شعر میں اقبال (رح) اس سماجی و سائنسی جمود سے نکلنے کی تدبیر بتاتے نظر آتے ہیں۔

اُٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مِینا و جام پیدا کر۶

گویا کہ قرض میں جکڑی اور سائنسی جمود میں الجھی یہ قوم دراصل اپنے محققین کی طرف دیکھ رہی ہے، کہ وہ کس طرح جدید سائنسی و تحقیقاتی بنیادوں پر زوال پذیر صنعت و حرفت میں انقلاب برپا کرتے ہیں اور کس طرح معیشت کے لئے پھیلائے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ صنعتی اشیاء و آلات کے لئے پھیلایا دامن سمیٹا جاسکتا ہے۔ اقبال (رح) کے نزدیک معاشرتی جمود سے نکلنے کا راستہ اپنے وسائل پر اکتفا کرنے اور بیرونی سہاروں یا امدادوں سے چھٹکارا پانے پر ہے۔

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رُسولِ ہاشمی۱۰

ہمیں اپنی قوم کو اقوامِ مغرب کے معیار کے ساتھ تقابل نہیں کرنا چاہئے۔ قومِ رسولِ ہاشمی کی ترکیب اور اصول میں ایک خاصیت ہے جو اقوامِ مغرب کی ترکیب سے مختلف ہوتی ہے۔ علامہ اقبال یہاں اپنی قوم کو اسلامی ترقی کے اصولوں کی روشنی میں پیش کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی قوم کی تعلیم و تربیت، عدل و انصاف، اخلاقیات اور دینی قیمتوں کو اپنی پہچان کے روشن معیار کے ساتھ تقابل کرنا چاہئے۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن پاکستان، اور پاکستان سائنس فاونڈیشن جیسے ادارے جامعات کو مسلسل تحقیقاتی امداد فراہم کر رہے اور اس بات کی تائید کر رہے ہیں کہ ملکی مسائل پر تحقیق کی جائے اور صنعتی شعبوں کو تقویت دی جائے تا کہ دُور رس نتائج مرتب کئے جا سکیں۔ اس کے باوجود میسر کوائف اور حالات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ محققین اس منزل کو حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں ۱۱، جس کے کئی دیگر اسباب کے ساتھ ایک بڑا سبب experimental research work، یعنی معمولی نوعیت کا تحقیقاتی کام ہے۔ یقیناً اس کے پیچھے کئی ایک اسباب اور جائز وجوہات ہیں جن پر الگ سے بحث سمیٹنی چاہیے، لیکن اقبال (رح) چونکہ ایک فلسفی شاعر تھے سو انہوں نے جاوید یعنی سائنسی محققین اور طلباء کے ذہن پر چوٹ کرتے ہوئے، بڑی وجہ زاویہ فکر کو قرار دیتے ہوئے کہہ دیا۔

خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو
سکُوتِ لالہ و گُل سے کلام پیدا کر۶

کلام کی گہرائی کا اندازہ لگایئے۔ یہ بات مسلّمہ حقیقت ہے کہ صنعت و حرفت کی بنیاد انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی پر ہے جو بذاتِ خود سائنسی علوم (بالخصوص طبیعیات، کیمیاء، حیاتیات، ریاضی وغیرہ) پر استوار ہے۔ گویا کہ ان بنیادی سائنسی علوم، جو کہ فطرت کے مظاہر کی کھلی کتاب ہیں، کی افادیت اور اس پر انحصار ہی تحقیقاتی جمود سے نجات پانے کا راستہ ہے۔ اقبال (رح) اپنے نوجوانوں، اپنے سائنسدانوں سے مخاطب ہے کہ سائنسی جمود کو توڑنا ہے تو بنیادی فطری مظاہر کی دریافت پر توجہ دو۔ خاموش مظاہرِ فطرت کو زباں دو، ان سائنسی مظاہر کو اپنا قلعہ بنالو جس پر ابھی دنیا کی نظر نہیں پڑی۔ پہلے سے مروّجہ سائنسی آلات یا صنعت پر تحقیقی کاوشوں کو صرف کرنا معتبر ہے، لیکن اس سے زیادہ معتبر یہی ہے کہ ایسی نئی دریافتوں یا ایجادات کا سہرا سر پر سجایا جائے جس کی طرف دنیا کی

توجہ نہیں گئی۔ تحقیقی زبان میں یوں کہہ لیجئے کہ مقالہ جات کی تحریر سے زیادہ اہم product design ہے جس کے لئے بنیادی سائنسی علوم کی افادیت پر نظام استوار کرنا کار آمد ہے۔ چونکہ علامہ محمد اقبال(رح) علمی سند کے حوالے سے خود بھی ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر تھے، اس لئے ان کے اگلے شعر کی معنویت اور بھی زیادہ پُر اثر نظر آتی ہے۔

میں شاخِ تاک ہوں، میری غزل ہے میرا ثمر
مرے ثمر سے مئ لالہ فام پیدا کر۶

یہاں اب شاخِ تاک کو پی ایچ ڈی ڈگری کے مماثل تصور کر لیجئے، تو تحقیق و اشاعت کے چند خوبصورت نکتے اور رہنماء اصول منکشف ہوتے نظر آتے ہیں۔ یہاں کوئی ایسی رائے رکھنے کا متحمل بھی ہو سکتا ہے کہ اقبال(رح) کے مضامین سائنسی نہیں تھے، لیکن اس بات پر کوئی دوسری رائے نہیں رکھی جاسکتی کہ اقبال(رح) کی شاعری کی طرح ہر بڑی شاعری تشریح کے لئے زمان و مکاں کی پابند نہیں ہوتی۔ سو اقبال(رح) کے شعر کو پھر سے دیکھئے تو انہوں نے اپنی غزل کو اپنا ثمر کہا۔ اپنی ریاضتوں کے علمی نتیجے کو اپنی غزل سے تعبیر کیا۔ یعنی ان کے نزدیک ہر علمی یا تحقیقی سفر کو بارآور ہونا چاہئے۔ یعنی ہر سائنسی محقق کی تحقیق کا ثمر اس کا سائنسی مقالہ یا thesis ہوتا ہے، لیکن اقبال(رح) کے نزدیک علمی و تحقیقی سفر کا اختتام یہاں نہیں ہونا چاہئے، بلکہ مئے لالہ فام بننے کا سفر جاری رہنا چاہیے۔ شاخِ تاک، انگور کی بیل اور اس میں سے کشید کرلی جانے والی مئے، بالترتیب تحقیقی مقالہ جات اور ان کی وساطت سے حل کئے جانے والے معاشی یا صنعتی مسائل کی طرف ایک موقر اشارہ ہیں۔ یہاں دوسری طرف اقبال(رح) ایک ادبی چوٹ بھی لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں، کہ ایک شاعر کی شاعری سے اگر کوئی اثر انگیز نظریہ وجود نہیں پارہا تو اس کی تخلیق بھی ایک سوال ہے۔ جو کہ سائنسی تحقیق کے میدان میں پہلے سے ہی novelty and significance (افادیت و انفرادیت) کی صورت میں رائج ہے ۱۲۔ جس کی تدوین کے بغیر کسی بھی تحقیق کا شائع ہونا جدید سائنسی دور میں قریب قریب بعید از قیاس ہے۔ اس حوالے سے تحقیقی اداروں، خاص کر جامعات کو نئے سرے سے تحقیقی و سائنسی حکمتِ عملی وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ معتبر سائنس دانوں اور محققین کو نئے اور مربوط انداز میں آگے بڑھنا چاہئے جس کے لئے اقبال(رح) نے فرمادیا۔

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر!۶

یقیناً یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کسی بھی قوم نے کبھی بھی اقوامِ دگر پر انحصار کر کے نہ تو ترقیاتی منازل حاصل کی ہیں اور نہ ہی کوئی معتبر معاشرتی مقام پایا۔ جنوبی کوریا ہی کی مثال لے لیجئے، گزشتہ ساٹھ سالوں میں خودی و خودداری کی مثال قائم کرتے ہوئے جس طرح انہوں نے تاریخ کے روشن صفحات میں اپنا مقام درج کیا ہے، شاید ہی اس کی کوئی اور مثال ملتی ہو۔ مملکتِ خداداد پاکستان سے قرض لینے، صنعتی ترقی کی رہنمائی لینے والے اسی ملک میں آج پاکستان اپنے طلباء کو ریسرچ اسکالرشپ کے لئے قبول کرنے کی درخواستیں دیتا نظر آتا ہے۔ اور تو اور زرعی یونیورسٹی اسلام آباد جیسے بڑے ادارے بھی ریسرچ کے حوالے سے دوست ملک کی امداد اور تعاون کے طلبگار رہے ہیں۔ پاکستان کی جامعات میں قائم یو۔ ایس۔ Funded research centers بھی، 'اپنی دنیا آپ پیدا کر، اگر زندوں میں ہے' کہ خوددارانہ فلسفہ سے متصادم نظر آتے ہیں۔ اس پہلو سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ تحقیق کے میدان میں شراکت داری کا تصور وجود نہیں رکھتا، بلکہ اس بات کے نشاندہی کرنا ہے کہ اس طرح کے تحقیقی سنٹرز ملکی وسائل یا سرکاری و جامعاتی پالیسی سے وجود میں لایا جانا زیادہ مستحسن ہو گا، لیکن تاحال ہم اس نکتے پر یکسو دکھائی نہیں دیتے اور دوسری طرف ہمیشہ سے ارضِ پاکستان معاشی و مالیاتی مسائل کا شکار بھی رہی ہے، جس سے نکلنا مستقبل قریب میں بھی مشکل نظر آتا ہے، لیکن ناممکن نہیں۔ اقبال(رح) کے اس شعر کا مخاطب وہ مایوس لوگ بھی ہیں، جن کی سُوئی ہمہ وقت پاکستان کے مسائل پر اڑی رہتی ہے اور وہ یا تو نظام سے فرار ہونے کی باتیں کرتے نظر آتے ہیں یا بھاگ ہی چکے ہیں ۱۳۔ یا تعلیم مکمل کرنے کی بجائے کسی اور

کام دھندے میں لگ گئے۔ اس حوالے سے کمیشن کی حکمتِ عملی یا ناقص قانون سازی کا معاملہ اپنی جگہ، لیکن اقبال (رح) فرماتے ہیں، کہ زندہ قوموں کو بنانے میں افراد کو جن تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس کے لئے خود کو پیش کرنا ہوگا۔ ریسرچ کلچر مانگنے کی بجائے اپنی محنت سے اس کی بنیاد رکھنا ہو گی۔ کم وسائل کا شکوہ بجا سہی، لیکن اسی سے پاؤں پر کھڑا ہونا ہوگا۔ دستیاب آمدن کم سہی لیکن اسی سے تعلیم اور تحقیق کے جسم میں روح پھونکنا ہوگی۔ اقبال (رح) نے بلاشبہ دوسری دنیا کے ممالک کو درپیش brain drain ۱۴ کے مسئلے کو ایک فلسفی کی نظر سے دیکھا اور حل تجویز کیا ہے۔

الختصر، اقبال (رح) جاوید کے بہانے اس قوم کے ہر بیٹے سے مخاطب ہے، جس کا تعلق کسی بھی طرح سے تعلیم یا تحقیق سے ہے۔ بھلے وہ مرد ہو یا عورت، پاکستان میں موجود ہو یا بیرونِ ملک، اقبال (رح) ہر اس فرد سے مخاطب ہے جسے مانگی ہوئی سائنس، درآمد کی ہوئی مشینری، قرض میں جکڑی ہوئی ٹیکنالوجی، پیسوں میں تلتے ہوئی مقالہ جات، گمنامی میں مرتے ہوئے، ایم ایس / پی ایچ ڈی thesis بھلے یار والگتے ہیں، مسئلہ نہیں لگتے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اقبال (رح) کی فکر کی رُو سے یہ تمام مسائل وہاں جا کر جُڑتے ہیں جہاں سے کسی بھی قوم کا فکری، نظریاتی، تحقیقی اور معاشی سفر شروع ہوتا ہے ۱۵۔ مسئلہ یہی ہے کہ اقبال (رح) کو بس وہی نوجوان اچھے لگتے ہیں جو پیروں کے استاد ہوں۔ جو نیا زمانہ بنانے والے ہوں۔ دیارِ عشق ڈھونڈنے، بسانے والے ہوں۔ نئے صبح شام پیدا کرنے والے ہوں، مئے لالہ فام کشید کرنے والے ہوں۔ تخلیقی تحقیق کرنے والے ہوں، معتبر مقالہ جات لکھنے والے ہوں۔ معتبر مقالوں کی بنیاد پر صنعتی مسائل کا حل تجویز کرنے والے ہوں۔ نئی دریافتوں اور ایجادات کے امین ہوں۔ اپنی مٹی کی محبت میں آشفتہ سر ہوں۔ کم وسائل پر زیادہ محنت کرنے کے روادار ہوں۔ اور اگر ہم تحقیق و تعلیم میں ایسے ہوں تو اس قوم کے اقبال کو بلند ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

پرندوں کی دُنیا کا درویش ہوں میَں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ ۱۶

یہاں پر علامہ اقبال بتاتے ہیں کہ وہ خود کو پرندوں کی دنیا کے درویش کی طرح محسوس کرتے ہیں۔ یعنی ان کی زندگی سادگی، آزادی اور خوشی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اقتدار یا طاقت کے بندشوں میں آشیانے کی شکل نہیں بنا سکتے۔ علامہ اقبال کو ظلم و استبداد کے خلاف جدوجہد کرنے کی آزاد روح کی طاقت پر اعتماد ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو حقیقت میں پرندوں کی طرح آزادی اور خوشی کی تلاش کے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں۔

نتائج و خلاصہ

علامہ محمد اقبال (رح) کی نظم ’جاوید کے نام‘ موجودہ سائنسی و تحقیقی سفر اختیار کرنے والوں کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت کی حامل ہے، جس سے معنوی و فلسفیانہ استفادہ کرتے ہوئے طلباء، اساتذہ اور محققین (بالخصوص سائنس، ٹیکنالوجی اور انجینئرنگ سے وابستہ افراد) اپنی علمی و تکنیکی استعداد کو نئے سِرے سے استوار کرتے ہوئے مُلکی و معاشی ترقی کی راہ ہموار کر سکتے ہیں۔ دیارِ عشق کو میدانِ تحقیق، نئے زمانے کو سائنسی ایجادات، سفالِ ہند کو زمینی وسائل، سکوتِ لالہ و گل کو بنیادی سائنسی مظاہر، کلام کو دریافت اور شاخِ تاک کو تحقیقی مقالہ جات سے تعبیر کر لیا جائے تو مذکورہ نظم ایک ایسا نقشہ کھینچتی ہے جو مکمل طور پر ہمارے تحقیقی و سائنسی زوال کے اسباب بھی عیاں کرتی ہے اور ان کے دانشمندانہ حل بھی تجویز کرتی ہے، جن کا فرد، ادارے اور نظام کی سطح پر اطلاق سے ہم ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہونے کی ایک معتبر اور موثر کوشش کر سکتے ہیں۔ مذکورہ تشریحاتی بحث اقبال (رح) کی شاعری کے بنیادی اجزاء، یعنی کہ دُور اندیشی، تدبّر، اصلاح، اور حکمت و دانائی کو آشکار کرتی نظر آتی ہے جو کلامِ اقبال کی ہمہ گیریت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسلامک بک، ایس، وائے ہاشمی: اسلام کے طور پر اخلاقی اور سیاسی نظریہ
۲۔ وزارتِ قانون پاکستان۔ ’اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور‘ (۲۰۱۲)
۳۔ اقبال کادمی پاکستان،) ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (، علامہ اقبال شخصیت اور فکر و فن

۴۔اسلامک بک،)لاہور:۱۹۲۰(،"خودی کے راز"، نکلسن ر.ا کی تصنیف

۵۔اعلی تعلیم کو بحال کرنا،عطائ الرحمٰن،ذی نیوز، تاریخِ شائعہ ۱۶پریل ۲۰۲۲

۶۔علامہ اقبال، بالِ جبریل ۱۵۱، جاوید کے نام

۷۔مواد سائنس میں عملی الیکٹران مائیکروسکوپی"، کے. سی. ٹامپسن-رسل اور دیگران)۱۹۷۷(ء"

۸۔علامہ اقبال، بانگِ درا۱۶۲، خضرراہ-جواب خضر

۹۔ایکسپریس ٹریبیون،"حالیہ برسوں میں زرعی ترقی ۲.۲ سے ۲.۶ فیصد پر جمود کا شکار"، تاریخِ اشاعت:۲۱مارچ،۲۰۲۳ء

۱۰۔علامہ اقبال، بانگِ درا۱۵۲، مذہب

۱۱۔پاکستانی پبلک یونیورسٹیوں میں تحقیقی ثقافت کا تحقیقاتی پائلٹ مطالعہ:اکیڈمکس کے نظریاتی پہلو،احمد سہیل لودھی ۲۰۱۲ء

۱۲۔تحقیقی لکھائی کے لئے پیپر لکھنا: تازگی اور روایتیت تحقیقاتی تحریر میں، جرنل آف مینجمنٹ اسٹڈیز، جرارڈو پیٹریوٹا

۱۳۔ایچ ای سی کے ۴۲۸ سکالرز لاپتہ، کاشف عباسی، دنیا، ۲۰ فروری ۲۰۱۸

۱۴۔دوودانی ایس، لاپورٹ آر ای۔ترقی یافتہ ممالک سے دماغی دوڑ: دماغی دوڑ کو کیسے خراجِ تسلیم بنایا جاسکتا ہے؟

۱۵۔اقبال اکادمی لاہور، پاکستان۔ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان۔بیانِ اقبال، نیا تناظر

۱۶۔علامہ اقبال، شاہین، بالِ جبریل،۱۷۶